ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر پروین کلو

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ارباب خان

ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

جاویز خان

ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

اسد محمد خان کے نمائندہ افسانوں کا تجزیاتی مطالعہ

Dr.Parveen Kallu *
Associate Professor Urdu Department, Government College University Faisalabad.
Arbab khan
Research Scholar PhD, Urdu Department Hazara University Mansehra.
Javez Khan
Research Scholar PhD, Urdu Department Hazara University Mansehra.
***Corresponding Author:** drparveenkallu@gcuf.edu.pk

An Analytical Study of Asad Muhammad Khan's Representative Short Stories

Asad Mohammad Khan has a deep experience of diverse life, an awareness of human nature and an immense capacity for expression as well as a willingness to find new artistic resources and techniques to describe the complex reality enveloped by history, imagination and contemporary life. There is hope. His fame in the world of fiction became from the first collection "Khirrki Bhar Aasman" which included thirteen 13 fables along with thirty eight 38 poems, but included in this collection "Basoday Ki Maryam", "Mai Dada" and "Tirlochan" were such legends that have earned a place in Urdu

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

epics. These three characters are fiction. In which family members (parents) with a feudal background have been made more noble and there is this reference of pride for Mutkalam that great values and attitudes are involved in his training. "Maryam", and "May Dada" will be extraordinary characters, which are deeply influenced by Asad Muhammad Khan's characterization, atmosphere and dialogue. "Basoday Ki Maryam"is an unparalleled addition to Urdu fiction literature. Tarlochan is an ideal idea for the creative treatment of the sufferings of the slums and slums of Karachi. The authorities of Ashfaq Ahmad, Qudratullah Shahab or Mumtaz Mufti are different in color, so "Ghos pheitiya", "Chakar","Shahr e kofay ka Mehz Aik admi", "Ghussay ki Nai Fasl" and Those stories which have been mentioned earlier have a deep meaning and emotional depth due to this experience.

Key Words: *Asad Mohammad Khan, "Khirrki Bhar Aasman", "Basoday Ki Maryam", "Mai Dada". "Tirlochan, Ashfaq Ahmad, Qudratullah Shahab, Mumtaz Mufti, "Ghos pheitiya", "Chakar","Shahr e kofay ka Mehz Aik admi", "Ghussay ki Nai Fasl".*

اسد محمد خان اردوافسانے کی تاریخ کاایک نمایاں نام ہے۔انہوں نےاس میدان میں کئی حوالوں سے خاص شہرت حاصل کی ہے۔یہاں اُن کے چند نمائندہ افسانوں کا خصوصی مطالعہ پیشِ خدمت ہے۔

با سودے کی مریم"

یہ افسانہ اسد محمد خاں کے پہلے مجموعے "کھڑ کی بھر آسمان میں شامل ہے۔"با سودے کی مریم جذبہ محبت کے اس تصور پر مبنی ہے جو ہر معصوم انسان کی جبلت میں شامل ہے۔افسانے کا بنیادی خیال یہ ہے کہ ایک ناخواندہ عورت کی نبی سے بے پناہ محبت اس کی وسعت قلب کا سبب بنتی ہے۔مبین مرزا نے اس افسانے کے مرکزی خیال پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "کیا مریم ہند اسلامی کلچر کی اس قوت کا استعارہ نہیں جو اپنے مرکز سے دور ہے اس کے تاریخی و جغرافیائی فکر و فہم سے عاری ہے لیکن اس کے باوجود یہ قوت بھینچتی ہے اپنے مرکز ہی کی طرف۔[۱]

لیکن افسانے کا بنیادی خیال یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم سے محبت نے ایک غریب و بے پڑھی لکھی عورت کے دل میں وہ وسعت پیدا کر دی کہ اب اس کا دل اسی محبت کے حوالے سے اپنی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

ارد گرد کی دنیا کو صرف محبت وایثار سے بھر دیتا ہے۔مریم اس افسانے کی مرکزی کردار ہے جو ایک گھر میں ملازمہ ہے۔اسی کردار کے ارد گرد کہانی کا پورا پلاٹ تشکیل دیا گیا ہے۔کہانی میں سب سے پہلے مریم کو ایک گھر کی ملازمہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو گھر کے تمام افراد سے بے حد محبت کرتی ہے۔یہاں گھر کے ایک لڑکے کو مار پڑتی ہے تو مریم کہتی ہے:

> ''میں مریم کے اندھیرے قلعے میں بڑی دیر تک ٹھس ٹھس کر کے روتا رہا۔وہ اپنے اور میرے آنسو پونچھتی جاتی تھیں اور چیخ چیخ کر تا ہوری تھیں۔اے ری دُکھین یہ اللہ کی دین ہیں نبی کے امتی ہیں، انہیں مارے گی، کوئے گی تو اللہ نبی کھش ہوں گے تجھ سے تو بہ کر دلھین! تو بہ کر۔''(۲)

اس کے بعد کا پلاٹ مریم کی نبی اور ان کے اہل و عیال سے محبت پر مشتمل ہے، جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر نبی کریم کی بیٹی کا نام بھی کسی کا رکھ دیا جاتا تو وہ اس سے خفا ہو جاتی تھیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''وری بھین ! بی بی پھاطمہ تو ایکئی تھیں ۔ نبی جی سرکار کی سجا دی تھیں، دنیاآکھرت کی باچھا تھیں ، ہم دونج کے کندے بھلا ان کی برو بری کریں گے۔تو بہ تو بہ استگھار ۔''(۳)

مریم محرم میں تعزیہ بناتیں ، امام حسین کا نام لے کر بین کرتیں اور گھر کے لڑکوں کو حسن اور حسین کے فقیر بنا تیں وغیرہ۔

مریم کی زندگی کی ایک ہی خواہش تھی کہ وہ حج کر لے۔اس پلاٹ میں سفر حج کی تیاریوں کا ذکر بہت تفصیل سے ہے، جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مریم خود اپنے بچائے ہوئے پیسوں سے حج کرنا چاہتی تھیں کیونکہ وہ اس کار خیر میں کسی کا احسان نہیں لینا چاہتیں لیکن اسی درمیان مریم کا چھوٹا بیٹا محمد و بیمار ہو جاتا ہے اور مریم با سودے چلی جاتی ہیں۔بیمار بیٹے کو بچانے کے لیے حج کے تمام پیسے وہ علاج میں خرچ کر دیتی ہیں۔لیکن مد و کا انتقال ہو جاتا ہے۔مریم واپس لوٹ آتی ہیں اور اپنے بیٹے کو کوستی ہیں کہ اس نے ان کے سارے پیسے خرچ کروا دیئے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

افسانے کے آخری حصہ میں اسے دوبارہ سے پیسے اکٹھا کرتے دکھایا گیا ہے لیکن ابھی پیسے پورے نہیں جمع ہو پائے کہ مریم کا انتقال ہو جاتا ہے۔افسانے کا اختتامیہ مریم کے ذریعہ کی گئی وصیت پر ختم ہوتا ہے، جو گھر کے مالکن کی زبان سے ادا کرایا گیا ہے۔اس میں مریم کی نبی کریم سے بے انتہا محبت ظاہر ہوتی ہے۔اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''منجلے میاں! اللہ نے اپنے حبیب کے صدقے میں حج کرا دیا۔ مدینے طیبہ کی زیارت کرادی اور تمہاری انا بوا کی دوسری وصیت بھی پوری کرائی۔عذاب ثواب جائے بڑی بی کے سر میاں ہم نے تو ہرے گنبد کی طرف منہ کر کے کئی دیا کہ یارسوااللہ! با سودے والی مریم فوت ہو گئیں۔مرتے وخت کہہ رہی تھیں کہ نبی جی سرکار! میں آتی ضرور مگر میرا ممد و بڑا حرامی نکلا میرے سب پیسے خرچ کرا دیئے۔''(۴)

''مئی دادا''

یہ افسانہ بھی مجموعہ ''کھڑکی بھر آسمان'' میں شامل ہے۔مئی دادا بھی افسانہ باسودے کی مریم کی طرح ایک خادم کی کہانی ہے۔یہ بھی اسی معاشرہ کی کہانی ہے، جس معاشرہ کا بیان با سودے کی مریم میں کیا گیا ہے۔یعنی مسلم معاشرہ میں ایک خاص طور کا زمیندار گھرانہ ؛ جس میں خادم کے ساتھ مساویانہ سلوک ان کی معاشرت کا حصہ ہے۔گھر کے تمام لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کا شمار گھر کے افراد میں کیا جاتا ہے۔

ایک شخص کا اپنی ذات میں ایک ایسی تہذیب کا انجذاب جو اس کے خون میں شامل نہیں ہے اور اس کے تئیں وفاداری اس افسانے کا موضوع ہے۔مبین مرزا اس افسانے کے متعلق لکھتے ہیں کہ مئی دادا:

> '' ایک ایسا جیتا جاگتا کردار تھا جو خاص اسی تمدن کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، جو اس تہذیب کے اس جوہر کی نمائندگی کرتا ہے، جس میں جذب ہونے اور جذب کرنے کی بے پایاں صلاحیت ہے۔جو انسان کی سب سے بڑی جذباتی عصبیت یعنی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

مذہب تک کو پیچھے چھوڑ کر انسان کو اس کے خالص انسانی حوالے کی بنیاد پر اوپر اٹھا لیتا ہے، اپنا بنا لیتا ہے۔"(۵)

مئی دادا اس افسانے کا مرکزی کردار ہے، جس کے ارد گرد پلاٹ تشکیل دیا گیا ہے۔افسانے کی ابتدا ہی میں ذہن میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ مئی دادا کیا تھے؟ ہندو، سکھ، عیسائی یا مسلمان؟ افسانے کے بالکل شروع میں بتایا گیا ہے کہ مئی داد ا مسلمان تھے:

"خود مئی دادا کا بیان تھا کہ ان کا اصل نام ابدل مزید کھاں ایسپ جئی ہے۔چنانچہ پولیس کے مشیر ناموں، راشن کارڈوں، سرکاری اسپتال کے کاغذوں اور آخر میں قبرستان کے رجسٹر میں ان کا نام عبدالمجید خاں یوسف زئی لکھا گیا۔"(۶)

لیکن ان کے متعلق اسی افسانے میں یہ اطلاع بھی شامل ہے کہ:

"مئی دادا کے بارے میں محلے کے دھوبیوں نے اڑا رکھا تھا کہ وہ ذات کے ہند و تیلی ہیں اور ان کی مسلمانیاں نہیں ہوئی ہیں۔"(۷)

اس کے بعد افسانے میں واقعات کی ترتیب اس طرح ہے کہ قاری کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ مئی دادا ایک پشتون پٹھان نہیں تھے۔وہ اپنے اعمال وافعال سے پورے پشتون دکھتے ہیں۔انھوں نے اپنے مالک کی تہذیب کو اپنی ذات میں اس قدر جذب کر لیا تھا کہ اس سے جدا کر کے ہم ان کی شخصیت کا مطالعہ کر ہی نہیں سکتے۔مئی دادا کا اپنے مالک کی تہذیب کا اپنے اندر انجذاب اور اس کے تئیں وفاداری بے مثال ہے۔افسانے کا یہ اقتباس دیکھئے:

"سکھیا رام ذات کا تیلی تھا اور آخری بات یہ کہ بٹی پیتے ہوئے نواب غوث بہادر جنت مکانی کے پیش قبض سے پنسل چھیل رہا تھا۔دمئی دادا نے ازل گر پچھتا یا بھان کے کہہ کر جو ایک زناٹے کا تھپڑ مارا تو حولد ارسکھیا کی بیڑی اور پنسل دور جا پڑی پھر انھوں نے اس تیلی کے پودے کو اطلاع دی کہ یہ شیر بچوں کی میراث ہے۔ تیری ترکاری کاٹنے والی چھری نہیں ، اور یہ تیرے ہاتھ لگنے سے نجس ہو ہی چکی تھی مگر میں نے صبر کیا۔اورجواب تو بھان کے گھوڑے اس سے پنسل چھیلتا ہے اب تو میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا وغیرہ۔"(۸)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

افسانے کے آخری حصے میں متکلم راوی کے بیان کے ذریعے مئی دادا ایک بار پھر غیر مسلم ثابت ہو جاتے ہیں۔

"وہ بخشی کی حالت میں تھے کہ میں نے انھیں ڈھکا کھلا دیکھ لیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی مسلمانیاں نہیں ہوئی تھیں۔"(۹)

لیکن افسانے کے اختتام پر راوی، خاندان کے سب سے معتبر فرد سے بیان دلواتا ہے اور ایک بار پھر انہیں مسلمان / پیشتون پٹھان ثابت کر دیتا ہے۔

"وہ جاتے جاتے غصے سے پلٹ پڑے، اور سنو کون خبیث کہتا ہے وہ مسلمان نہیں تھے؟ کون کہتا ہے وہ پٹھان نہیں تھے۔"(۱۰)

"سے لون"

یہ افسانہ مجموعہ "غصے کی نئی فصل" میں شامل ہے۔ افسانے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جو اپنی روزی خود اپنی محنت سے حاصل کرے۔ کسی پر لعن طعن نہ کرے اور بغیر کسی تعصب کے لوگوں کی مدد کے لیے ہمیشہ تیار رہے اگر چہ وہ طوائف ، تماشبین اور حرام پائی کرنے والوں میں ہی کیوں نہ ہو۔

افسانے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایک مرشد طوائفوں کے علاقے میں ایک سے لون کھولتا ہے۔ وہ کوٹھوں پر آنے جانے والے تماش بینوں کو سجاتا ، سنوارتا اور ضرورت کے وقت ان کی مدد بھی کرتا ہے اور اپنے مرید کو اسی بات کی تلقین کرتا ہے جو ہمیشہ طوائفوں اور وہاں آنے جانے والوں کو مغلظات سناتا رہتا ہے:

"میں نے بے خوفی سے کہا۔'مرشد ! سیب لایا ہوں۔ استاد کے لیئے ہوں! انھوں نے مسکراتے ہوئے سڑک پر ہاتھ باندھے کھڑے ہڑا استاد کی طرف دیکھا،نرمی سے بولے سیب لائے ہو؟ یہ بتاؤ حرام کمائیکے تو نہیں ہیں "(۱۱)

مرشد نے ایسا اس لیے کہا کہ ہدا استاد طوائفوں کی کمائی کو حرام کی کمائی کہا کرتے تھے اور پھر سڑک پر گزرتی ہوئی ایک ستر بہتر سال کی بوڑھی عورت کی طرف اشارہ کر کے، جو ماضی میں طوائف کا پیشہ کرتی تھی ، کہا :

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اگر حلال کمائی کے ہیں تو ہدایت اللہ ! یہ سامنے ماں جا رہی ہے میری، سیب اسے دے دو، مرشد نے نرم سیاہ لٹیں جھٹکتے ہوئے اپنے سر سے چمنیا بائی کی طرف اشارہ کیا تھا۔"(۱۲)

یہ ایک نازک موضوع ہے کہ حلال و حرام کی تفریق سے بلند تر اور پاکیزہ تر ایک مقام وہ بھی ہے، جہاں آدمیت اپنی منزہ ترین صورت میں روشن ہوتی ہے۔ آدمی کا آدمی کی حیثیت سے احترام اور محبت اس افسانے کا مرکزی خیال ہے۔

" مدھوری بائی کی ادھوری کہانی"

یہ افسانہ اسد محمد خاں کے افسانوی مجموعے اک ٹکڑا دھوپ کا اور دوسری کہانیاں میں شامل ہے۔افسانے میں ایک انسان کا دوسرے انسان سے جس بلند سطح کی رفاقت کو دکھایا گیا ہے وہ دوانسانوں کے درمیان تعلق کی اعلیٰ مثال ہے۔

کہانی یہ ہے کہ کردار میاں محمود حسن خاں جو اس افسانے کا راوی بھی ہے، دوسرے کی گاڑی چھین کر ایک اغوا کی گئی لڑکی کو بچانے کی کوشش کرتا ہے اور آخر میں ایک سکھ کے رہائشی مکان میں پہنچ جاتا ہے، جو وسیع علاقے پر پھیلا ہوا ہے۔ محمود خاں جس گاڑی کو چھین کر اغوا کی جارہی لڑکی کو بچانے کی کوشش کرتا ہے وہ گاڑی سکھ کی ہی رہتی ہے۔لیکن آخر میں جب محمود خاں سردار سے کہتا ہے کہ سردار جی اگر یہ گاڑی بر باد نہیں کی اور کہیں یہ برآمد کر لی گئی تو میں برباد ہو جاؤں گا۔تو سردارا سے بتائے بغیر کہ یہ خوبصورت گاڑی خود اسی کی ہے، اسے گڑھے میں گرا کر آگ لگانے کو تیار ہو جاتا ہے۔

افسانے میں اس کے علاوہ ایک کہانی مدھوری بائی کی ہے، جس سے سردار جی کی ملاقات پونے میں ہوئی تھی لیکن افسانہ نگار نے یہ کہانی مکمل نہیں کی۔

"ہمسائے"

افسانہ "ہمسائے" مجموعہ اک ٹکڑا دھوپ کا میں شامل ہے۔یہ ایک جاسوسی کہانی کے طرز پر تشکیل دی گئی ہے۔اس افسانے کا موضوع انسانوں کے درمیان یگانگت اور تعلق ہے۔بنیادی طور پر اس کہانی میں تین نقطوں کی وضاحت کی گئی ہے۔پہلی یہ کہ ایک ہندو ہمسائے کے ساتھ مسلمان زمیندار کا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

سلوک ایک مثالی ہمسائے کا ہے۔کہانی میں ٹھاکرنا ہر سنگھ ار ممتاز علی خان زمیندار کے درمیان دشمنی کا سلسلہ ایک طویل عرصے سے چلا آرہا ہے لیکن جب بٹھا کر ناہر سنگھ کی لڑکی گھر سے غائب ہو جاتی ہے تو یہ دشمنی جان و مال پر بن آتی ہے۔افسانے کا ایک تیسرا کر دار محمود حسن خاں عرف ممو میاں جوان دونوں زمینداروں کے گاؤں کے درمیان میں رہتا ہے، یہ معلوم کرنے کے لیے ممتاز علی خان کے گھر جاتا ہے کہ کیا ٹھاکرنا ہر سنگھ کی لڑکی کو اس کا لڑکا تو نہیں اٹھالایا ہے جیسا کہ ناہر سنگھ کا الزام ہے۔تو ممتاز خان اس پر کہتا ہے:

> ''خاں ممو میاں ! یہ نا ہر سن ! بدنصیب آدمی ہے۔جو اتے برس دشمنی کر کے بھی مجھے نہیں سمجھ پایا ارے بھائی ، اس سالے گھس کھدے کے مغز میں یہ بات کیوں نہیں گھستی کہ اس کی بیٹی انورادھا کیا سب کی بیٹی نہیں ہے؟ یہ کہہ کے کہ ممتاز نے بیٹی اٹھوالی۔اس سالے نے یہ کہہ کے، آس پاس کے مسلمانوں،ٹھا کروں سب کو گالی دی ہے۔گدھا کہیں کا ! ارے جیسی اس کی بیٹی ، ویسی میری رضیہ۔قسم کلام پاک کی! اگر آصف نے کوئی ذلیل سلوک کیا ہوگا لڑکی کے ساتھ تو اپنے ہاتھ سے گولی ماردوں گا۔بھتیجا ہو یا بیٹا، کوئی بھی ہو۔''(۱۳)

دوسرا نقطہ افسانے کا یہ ہے کہ ہندو سماج کے کٹر پینتھی لوگ جو یہ نا پسند کرتے تھے کہ ایک ہندو اور مسلمان میں دوستی رہے ، انھوں نے ہی ٹھاکرنا ہر سنگھ کی لڑکی کو اغوا کر کے ہندو مسلم فساد کرانے کی کوشش کی۔

تیسرا نقطہ افسانے میں عیب پوشی کا ہے کہ جب ممو میاں ڈرائیور مدن لال کو پکڑنے کے لیے گئے تو دھپی گھوسن کو چھوڑ دیا، جس کا تعلق مدن لال سے تھا۔یعنی مومیاں نے اس عورت کو چھوڑ کر اسے بدنامی سے بچالیا۔

> ''اری تجھے تو روز سویرے اٹھ کے شنکر جیسے بھاگیہ وان پتی کی پوجا کرنی تھی۔پر تو ٹھیری جنم کی وبیچارنی۔فاحشہ۔اس اُس کے ساتھ اپنا جنم بگاڑتی پھری۔اب تیرے پاس ایک موقع ہے؛ اس سالے کتے کو رخصت کر کے اپنے بستر پہ چلی جانا اور خاموش رہنا۔''(۱۴)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

انسان کی انفرادی صفات

"یوم کپور"

اسد محمد خاں کے افسانوں اور نظموں کا پہلا مجموعہ کھڑکی بھر آسمان، جنوری ۱۹۸۲ء میں منظر عام پر آیا۔اس مجموعے میں شامل افسانوں کی تعداد ۱۲ ہے۔افسانہ یوم کپور اس مجموعے کا پہلا افسانہ ہے۔اس میں افسانہ نگار نے اپنے خاندان کی تاریخ رقم کی ہے۔افسانے کا بیانیہ واحد متکلم کی زبان میں ہے۔جو اپنے خاندان / آبا و اجداد کی تاریخ بیان کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک قبیلہ اپنے قرابت داروں کی حرمزدگیوں کے سبب ہجرت کر کے مغل ہندوستان میں اپنے لیے مناسب مقام تلاش کرتا ہوا طشت نما وادی، قلعہ رائے سین (بھوپال) میں سکونت اختیار کرتا ہے۔راوی کا بیان ہے کہ یہ قبیلہ اپنے ۱۹ رفیقوں کے ساتھ وادی طشت کی رانی کے ہارتے ہوئے لشکر کے ساتھ شانہ بہ شانہ جنگ کرتا ہے اور فتح یاب ہوتا ہے۔اس علاقے کی معقول فضا کو پسند کرتا ہے اور یہ قبیلہ یہیں 'وادی طشت میں قیام کرتا ہے۔اس کی ذریت یہاں کئی سو سال تک رہی۔راوی کی آٹھ پشتیں وہاں دفن ہیں۔

افسانہ کا واحد متکلم راوی اپنے خاندان کی صفات کا بیان کرتا ہے بلکہ بیان کے ذریعہ انہیں دکھاتا ہے۔اسی خاندان کی تاریخ اور اس کے صفات کا بیان اس افسانے کا موضوع ہے۔

اپنے قبیلے کی پہلی صفت جو متکلم راوی بیان کرتا ہے، شجاعت ہے مثلاً افسانے کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> "آفرید ئے دوست خان نے کچھ دیر ان کے طریق جنگ کا مشاہدہ کیا اور طشت نما وادی کے لشکر کو پسپائی کی جنگ لڑتے دیکھا، پھر بیزاری سے منہ پھیر کر جماہی لی اور بولا یہ کون لوگ ہیں؟ واللہ ان قرر مساقوں کو جنگ مغلوبہ کا بھی شعور نہیں۔اگر جد اعلیٰ آفرید کے دوست خان توجہ نہ فرماتا تو ہریت وادی طشت کی رانی کا مقدر تھی۔سو اس نے توجہ فرمائی اور ہارتے وئے لشکر کے شانہ بہ شانہ جنگ کی اور فتح مند آیا۔"(۱۵)

دوسری صفت اس خاندان کی اپنے مذہب سے محبت ہے ... مثلاً متکلم راوی بیان کرتا ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اسی گھر میں سنہ اٹھارہ سو کچھ میں زبر دست آتشزدگی ہوئی تھی اورآفریدئے نصرت خان نے ، کہ زمین کی طرح سانولا اور تاڑ کی طرح لمبا تھا اور اسی لیے کولی خان کہلاتا تھا، اللہ اکبر کا نارا مارا تھا اور جلتی ہوئی چھت کو الانگ گیا تھا اور جلتی ہوئی دیواروں اور جلتے ہوئے طاقچوں پر چڑھتا اترتا اور جلتے ہوئے دروازوں سے گزرتا جزدان میں لپٹا قرآن مجید سینے سے لگائے نعرے مارتا صحیح و سالم واپس آگیا تھا اور میرا دا دا آفرید ئے کمال خان جب قرآن میں گریہ کرتا تھا ... جب آفرید ئے نصرت خان کلام مجید کو سینے سے لگائے شعلوں کی دیوار چیر کر طلوع ہوا تو پر کھوں نے نعرہ کیا اور شادمانی سے نڈھال ہو، انھوں نے پتھروں سے ٹیک لگائی اور روکر کہا ہاشم خیل کے چاکروں کا چاکر نصرت خان سرخ رو آیا۔"(۱۶)

تیسری صفت اس خاندان کی جو افسانے میں بیان ہوئی ہے وہ بے تعصبی، کا رویہ ہے۔رانی کی جنگ ہارتی ہوئی فوج کے دوش بہ دوش لڑ کر دوست محمد خان نے اس رانی کو فتح دلائی اور تاحیات اس کی سلطنت کے نوعمر شہزادے کو اپنی تولیت اور نگرانی میں رکھا:

"رانی کملا پتی ستی ہونے سے ایک ساعت قبل شکر گزاری میں آفریدئے دوست خان کی بالشت بھر چوڑی کلائی پر راکھی کا طلائی دھاگا باندھ دیا اوراپنے نو عمر کنور کو جو اسی جنگ میں یتیم ہوا تھا، خان کی تولیت میں دیا رکھشا بندھن کے تیوہار پر چندن موسی، مہامائی کی پوجا سے فارغ ہوتی تو میرے باپ آفرید ئے عزت خان کی چوڑی کلائی پر راکھی باندھنے سیدھی ہمارے گھر آتی تھی۔"(۱۷)

مبین مرزا اس افسانے کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ صدیوں کا سفر کرتی تہذیب کے برگشتہ عناصر کا گریہ ہے، جو اس تہذیب کی متوازی پگڈنڈی پر سفر کر رہا ہے۔"(۱۸)

اپنے اس اقتباس میں مبین مرزا نے اسی تہذیب کے برگشتہ عنصر کی بات کی ہے،جس خاندان / تہذیب کی تاریخ افسانہ نگار نے اس افسانے میں بیان کی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

"چاکر"

افسانہ "چاکر" مجموعہ غصے کی نئ فصل میں شامل ہے۔اس افسانے کا مرکزی کردار فضل علی خاں ہے، جس کے ارد گرد پلاٹ تشکیل دیا گیا ہے۔افسانے کا بنیادی خیال یہ ہے کہ بنجر زمین میں اناج پیدا کرنے کے لیے جتنی مشقت کرنی پڑتی ہے اتنی ہی مشقت روح کی ارتقاء کے لیے بھی کرنی پڑتی ہے۔اور دونوں صورتوں میں محنت مسلسل جاری رکھنی چاہیے۔افسانہ نگار نے ان دونوں چیزوں کو ایک دوسرے کے متوازی بیان کیا ہے۔افسانے کا مرکزی کردار فضل علی، نیک متقی اور پر ہیز گار شخص ہے اور مایوسی کی فضا میں بھی اپنے کام میں لگے رہنے کو اپنا فرض تصور کرتا ہے۔محنت پر اسی اعتماد کے سبب قحط کے زمانے میں بھی فضل علی کے کھیت میں فصل پیدا ہو جاتی ہے۔

افسانہ نگار نے اس تمثیل کو روح کی ارتقاء کے لیے کی جانے والی محنت پر زور دیا ہے۔راوی یہ بھی کہتا ہے کہ روح کی محنت یہ ہے کہ خلق اللہ کی خدمت کی جائے۔چنانچہ اپنی روح کی یہ آواز سن کر فضل علی تہجد کے وقت اٹھتا ہے اور اپنے باڑے میں سوتے ہوئے لوگوں کے جوتے صاف کرنے بیٹھ جاتا ہے۔

"جشن کی ایک رات"

افسانہ جشن کی ایک رات بھی مجموعہ غصے کی نئ فصل میں شامل ہے۔یہ افسانہ سلطان شیر شاہ سوری کے ایک تاریخی واقعہ سے متعلق ہے، جس میں سلطان شیر شاہ سوری کے صفات کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک عادل، بہادر، جنگ جو بادشاہ ہونے کے ساتھ دوست نواز اور انسان دوست شخصیت کے مالک تھے۔افسانے کا بنیادی خیال یہ ہے کہ اگر مورخ تاریخ کے واقعات کو صحیح طریقے سے بیان نہ کرے تو مستقبل میں اصل شخصیتیں، کس طرح سے مسخ ہو جایا کرتی ہیں؟

کہانی میں یہ بیان ہوا ہے کہ سلطان کے دوستوں نے شکرانے کی ایک محفل سجائی تھی ، جس میں خود سلطان شیر شاہ سوری تشریف لائے اور تمام حاضرین محفل کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہیں دربار عام میں بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔پلاٹ کے آخری حصے میں راوی بیان کرتا ہے کہ وقائع نگاروں نے سلطان شیر شاہ سوری کی تاریخ اس طرح رقم نہیں کی جیسا کہ حساب رکھنے کا حق ہوتا ہے اسی لیے وقت کے گزران کے ساتھ چیزیں اپنے معنی کھو بیٹھیں :

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

''صحت یابی کے بعد سلطان شیر شاہ نے خود کو جشن کی یہ ایک رات دینا منظور کیا تھا۔

مگر اس ایک رات کے آگے پیچھے حرب و جدال کی جاں کاہ مشقتوں اور مشکل فیصلوں کے کرب سے پسینہ پسینہ بے شمار راتیں تھیں، جن کا حساب کسی وقائع نگار نے اس طرح نہ رکھا جیسا کہ حساب رکھنے کا حق ہوتا ہے۔اور جب دیکھتے ہی دیکھتے معاصر تاریخ کا آگ برسا تا سورج سوا نیزے پر آپہنچا تو بہت سی چیزیں اپنے معنی کھو بیٹھیں اور مٹی ہو گئیں۔

بس پتھر کی ایک سفید رسل کہیں پڑی رہ گئی جس پر ادھیڑ عمر کے ایک آدمی کو شیر سے پنجہ کرتے دکھایا گیا تھا۔''(۱۹)

''ہٹلر کا بچہ''

یہ افسانہ بھی مجموعہ غصے کی نئی فصل میں شامل ہے اور اسد محمد خاں کے کردار مرکزی افسانوں میں سے ایک ہے۔یہ ایک ایسے شخص کی کہانی ہے جو نیک دل ہے لیکن بظاہر چالاک بنے کی کوشش کرتا ہے جو وہ نہیں ہے اور جیل میں بندا اپنے دوساتھیوں کو چھڑانے کی کوشش میں موت کو گلے لگا لیتا ہے۔

افسانے کی ابتداء میں یہ بیان ہوا ہے کہ مرکزی کردار ہٹلر ایک حوالاتی ہے جس کا پورا نام مرزا وحیدالرشید بیگ نسیاں ہے۔اسی جیل میں ٹریڈ یونین کے دو کارندے لا کر بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ہٹلر اپنے ان دونوں ساتھیوں کو جیل سے فرار کرنے کی تدبیر کرتا ہے۔لیکن پولیس والوں کی سازش کا پتہ چلتے ہی کہ وہ اس کے ساتھیوں کو مارنا چاہتے ہیں تو ہٹلر اپنی جان دے کر انہیں بچالیتا ہے۔

''ہٹلر کا بھائی بولا، '' تو سمجھے جناب؟ بھائی صاحب کو اللہ بخشے رات میں عین موقع پر پتا چلا کہ کیا سازش حرام پائی ہورہی ہے۔وہ اسی ٹیم کا کوس کا بہانہ کر کے پیٹ پکڑے پکڑے گئے دیوار پر چڑھ کے لیڈر کو ہشیار کرنے وہ ادھر کو دنے ہی والے تھے کہ گارڈ لوگوں نے گولی چلا دی۔''(۲۰)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

افسانے میں ایک معمولی شاعر کی یہ حوصلہ مندی واقعی حیرت انگیز ہے، جو افسانے کے اختتام تک مرز ا وحید الرشید بیگ نسیاں کو معمولی سائیکل چور سے بلند کر کے ایک شہید کے مرتبہ پر فائز کر دیتا ہے۔

"آدمی نامہ"

یہ افسانہ بھی افسانوی مجموعے غصے کی نئ فصل میں شامل ہے۔افسانہ نگار نے آدمی نامہ نظیر اکبر آبادی کی نظم ' آدمی نامہ کی طرز پر لکھا ہے، جس میں تین مختلف کرداروں کے ذریعہ معاشرے کے تین مختلف طبقوں کی عکاسی کی گئی ہے۔

افسانے میں ہر کردار کی الگ الگ کہانی بیان کی گئی ہے۔پہلا کر دار ریڈیو والے نواب صاحب کا ہے۔نواب صاحب مذہبی فکر کے طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں، جیسا کہ افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ نواب صاحب بظاہر بہت بخیل تھے لیکن وہ فراخ دلی سے چوری چھپے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرتے تھے:

> "جب بھی بھولے بسرے زمانے کے اس بھلے مانس کو یاد کرتا ہوں ، ذہن میں تصویر بنتی ہے تو یہی کہ مراق کی حد تک صفائی پسند نواب صاحب گھسی ہوئی بے داغ نیم آستین، تہ بند اور کھڑاویں پہنے بہت سے میلے کچیلے ، پٹے ہوئے اور محروم لوگوں میں بیٹھے ہیں اور کنجوسی کے ساتھ مسکراتے ہوئے مٹھیاں بھر بھر کے سکے اور نوٹ اچھال رہے ہیں۔(۲۱)

دوسرا کردار دیوان جی کا ہے۔دیوان جی معاشرے کے مادی فکر کے طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔دیوان ایک ریٹائر حولدار ہے۔ہمیں تمیں برس سے پنشن وصول کر رہا ہے اور ایک کریانے کی دکان بھی کھول رکھی ہے۔افسانے کا تیسرا کردار پیدل ولندیزی کا ہے، جو تخلیقی فکر کے طبقے کی نمائندگی کرتا ہے۔جیسا کہ افسانے میں بیان ہوا ہے کہ پیدل ولندیزی مغرب سے آنے والے سیاحوں میں سے ایک تھا۔جن کے متعلق راوی بیان کرتا ہے کہ انھوں نے اتنے بہت سے فرضی اور حقیقی قصے سنائے کہ ہمارے لیے یہ تمیز کرنا مشکل ہو گیا کہ واقعہ کہاں تک ہے اور تخیل کہاں تک۔راوی کہتا ہے کہ پیدل ولندیزی ہمارے لیے داستان گو کی حیثیت رکھتے تھے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

"پیدل ولندیزی صاحب تو ہمارے گروپ کے میر باقر داستان گو تھے۔ان میں اور خلد آشیانی میر باقر میں محض اسلوب کا فرق تھا، یعنی یہ کہ ولندیزی صاحب ہر کہانی کے ہیرو یا تو خود ہوتے تھے یا ہیرو کے دائیں ہاتھ پر ایک سونٹی لیے بہ ذات خود کھڑے ہوتے تھے اور اسے مناسب مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔"(۲۲)

انسانی معاشرت کے یہ تین پہلو بہت خوش اسلوبی سے بیان کیے گئے ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ معاشرہ کا ہر طبقہ، اپنی صلاحیت اور مقاصد کی تقریبا متعین راہ پر اپنی زندگی گزارتا ہے کہ ہر ایک، دوسرے سے بے نیاز یا بے خبر ہے۔

"نربدا"

افسانہ نربدا افسانوی مجموعے نربدا میں شامل ہے۔یہ افسانہ ساونت اور دلاوروں کی کہانی ہے یعنی بہادر اور دلیر لوگوں کی۔افسانے کا بنیادی تصور یہ ہے کہ دنیا کے عقائد و طرز حیات کی طرح شجاعت بھی ایک طرز حیات ہے، جس میں مذہب یا عقیدے کے بجائے شجاعت ، اتحاد اور یگانگت کا بنیادی محرک ہے۔

افسانے کے تین مرکزی کردار ہیں۔دو راجپوت باپ بیٹے ، نارنگ سنگھ اوجینی اور بکرم سنگھ اوجینی اور تیسرا کردار ایک بہادر نوعمر مسلمان لڑکی کا ہے۔

افسانے کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خاندیش سے آتے ہوئے راستے میں بوڑھا نا رنگ سنگھ لڑکی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی نہیں کھاتا۔لیکن لٹیروں سے مڈ بھیڑ ہونے کے بعد لڑ کی کی بہادری اور دلیری دیکھ کر بوڑھا نا رنگ سنگھ اسے 'لاڑی، کہہ کر بلاتا ہے اور تلونڈی پہنچنے کے بعد دوسری صبح جب لڑکی بوڑھے نارنگ سے کہتی ہے کہ ٹھا کر وڈا میں تمہارے لیے شکر قندی بھون دیتی ہوں، سارنگ اٹھے گا تو روٹی بنادے گا، اس وقت بوڑھا نا رنگ لڑکی سے کہتا ہے :

"ٹھا کرنے پہلی لڑکی کی طرف، پھر ا سارے سے ٹیک لگائے بیٹھے بساطی کے لڑکے کی طرف دیکھا، کھنکھار کے دھیرے سے بولا "میں لاڑی! شکر کندی رہنے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

دے۔ میرے اور اس لالت کے لیے ایک ایک روٹی ڈال دے۔ تنک اچار دے
دے ہم دوئی بنے اہار کرلیں گے۔"(۲۳)

افسانے کا یہ اقتباس کہانی کے بنیادی خیال کی وضاحت کرتا ہے کہ اب بوڑھے نارنگ کے لیے لڑکی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کھانے میں کوئی تکلف نہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ مظلوم تھی یا لا وارث بلکہ وہ بھی ساونتوں کی طرح دلیر اور بہادر لڑکی تھی۔

"دکھلتی دھوپ اجلتے سائے"

یہ افسانہ مجموعہ تیسرے پہر کی کہانیاں میں شامل ہے۔ یہ امکان سے بنائی گئی کہانی ہے۔ متکلم راوی بیان کرتا ہے کہ میں کہانی کا رہوں وقائع نگار نہیں اگر ہوتا تو اس واقعے کو ویسے ہی بیان کرتا جیسے ایک تاریخ بیان کی جاتی ہے۔ افسانے میں شیر شاہ سوری کی انصاف پسندی، صلہ رحمی اور غیر متعصب ذہنیت کو ایک واقعہ کی مدد سے بیان کیا گیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ بادشاہ شیر خان دربار کے بعد ناشتے کے لیے دستر خوان پر بیٹھے تو ان کے ساتھ برہمنوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان کا لحاظ کرتے ہوئے سلطان نے یہ حکم دیا تھا کہ ہر قسم کے گوشت، مچھلی یا وہ کھانا جن میں لہسن کا استعمال ہوا ہو، دستر خوان پر نہ لائے جائیں۔

ناشتے کے بعد ایک نوجوان برہمن نے بادشاہ کی تعریف میں لکھی ہوئی اپنی ایک گیت / بارہ ماسہ سنائی۔

"ہندوی زبان کے مستند شاعروں، کتھا کاروں کی وضع پر اپنا لکھا ایک بارہ ماسہ
سنایا، جس میں بادشاہ کے انصاف کا بیان تھا اور شیر شاہ سوری کو راجہ ہریش چند
جیسا معدلت گستر اور سچ کی پہچان رکھنے والا حکمراں گردانا گیا تھا۔"(۲۳)

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے بطور تنبیہ اس نوجوان کے لیے کہا کہ یہ ایک اچھا شاعر ہوسکتا ہے اگر شاہوں سے دور رہے۔ سلطان نے کسی ناراضگی میں ایسا نہیں کہا تھا بلکہ وہ اپنے لیے ہر قسم کی قصیدہ خوانی نا پسند کرتے تھے۔ لیکن جب ایک بزرگ برہمن نے یہ بتایا کہ نوجوان علاقہ بنارس میں نائب امین مقرر ہوا ہے اور یہ کہت سنا کر اس نے اپنی مدت کی آرزو پوری کی ہے۔ اس کے جواب میں سلطان نے جو کہا اس سے ان کی غیر متعصب ذہنیت کا پتہ چلتا ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

" سلطان نے پوری توجہ سے بوڑھے برہمن کی بات سنی مسکرائے، فرمانے لگے "
درست ! اس نو عمری میں نائب امین مقرر ہونے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ نوجوان لائق اور محنتی ہے۔سومیری طرف سے اسے شق بنارس میں چہارصد بیگھہ زمین مزروعہ انعام دی جاتی ہے۔اس شرط پر کہ یہ دو برسی ختم ہونے سے پہلے راجا ہریش چندرا پراچھی ، پر تا ثیر اور سچی کتاب لکھ کر دے گا۔"(۲۴)

ماضی کے افغان بادشاہوں کی فراست، انصاف پسندی اور غیر متعصب ذہن کی تعریف میں اسد محمد خاں نے کئی افسانے لکھے ہیں۔یہ افسانہ بھی ان کے اسی نوع کے افسانوں میں شامل ہے۔

"قافلے کے ساتھ ساتھ"

افسانوں کے ساتویں مجموعے اک ٹکڑا دھوپ کا میں شامل پہلا افسانہ قافلے کے ساتھ ساتھ عہد غوریکے ایک ایسے قبیلے کی طرز حیات پر مشتمل کہانی ہے، جواب ناموجود ہے اور نہ اس کی طرز حیات سے ہمیں کوئی واقفیت ہے۔ایک گزرے ہوئے عہد میں ایک خاص قبیلے کے معاشرت، بود و باش اور اقتدار کی بازیافت اس کہانی کا امتیاز ہے۔افسانے کی بنیادی صفت واقعے کی ترتیب کے علاوہ اس کا نمایاں امتیاز اس کا وصف حال (Description) ہے۔افسانہ نگار نے جس فنی مہارت کے ساتھ اس قبیلے کی اقدار حیات ، ان کی معاشرت، ان کے افراد کے درمیان رشتوں کی نوعیت کے ساتھ ساتھ اس وقت اور مقامات کی تفصیل جس میں یہ قبائل زندگی گزارتے رہے تھے، نہایت باریک بینی اور فنکاری کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔افسانہ مکمل ہو جانے کے بعد آخر میں افسانہ نگار نے یہ دو جملے لکھے ہیں:

" تو کیا کہیں کسی شہاب الدین تک رسائی ممکن ہے، کیا نئے راستوں سے، میدانی علاقوں میں نکلنے کی کوششوں میں کہیں کچھ قافلے واقعی کوچ کی تیاری میں ہیں؟"(۲۵)

ان جملوں سے افسانے میں معنویت کی ایک نئی جہت کا اضافہ ہو جاتا ہے لیکن ان کے بغیر بھی یہ افسانہ فنی اعتبار سے بہت مکمل اور بلند پایہ ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

"دشت بے عافیت"

سلطان شیر شاہ سوری کی شخصیت، عدل و انصاف اور کارناموں کو موضوع بنا کر اسد محمد خاں نے متعدد افسانے لکھے ہیں۔یہ افسانہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ایک سلطان کا مظلوم عوام کی دادرسی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا خواہ وہ اس کی رعیت میں شامل ہو یا نہ ہو،

اور ان کے ساتھ پدرانہ شفقت و محبت کا سلوک اس افسانے کا بنیادی موضوع ہے۔

افسانے میں شیر شاہ سوری کو جن اخلاقی صفات اور عدل پسندی سے متصف دکھایا گیا ہے۔ اس سے نہ صرف ایک مثالی سلطان بلکہ ایک بلند مرتبت انسان کی تصویر آنکھوں کے سامنے روشن ہو جاتی ہے۔کہانی کا پلاٹ مرکزی کردار سیدہ خالدہ نامی لڑکی کے ارد گرد تعمیر کیا گیا ہے۔جو رائے سین کے حکمراں اور چندیری کے نگراں حاکم پورن مل کے بربریت کی شکایت اور اپنے ساتھ ہوئے ظلم کی فریاد گزار نے کی خاطر سلطان کے روبرو حاضر ہوتی ہے۔سیدہ خالدہ ادب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے یہ عرض کرتی ہے کہمیں جس ظالم بادشاہ کی شکایت لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوئی ہوں ، ہوسکتا ہے وہ آپ کا دوست اور حلیف ہو تو مجھے معاف کر دیا جائے۔راوی بیان کرتا ہے کہ سلطان عادل نے اسی طرح اداسی سے جواب دیا:

> "ما شاء اللہ ! میں ہر مسلمان زادی کو اتنا ہی بے خوف دیکھنا چاہتا ہوں۔گے کہو .... اور یہ بھول جاؤ کہ کون کس کا دوست یا دشمن ہے۔میں دس وں کا باپ اور چالیس چہیتے سالاروں کا سرخیل ہوں، جنہیں اپنے بیٹوں کی طرح عزیز رکھتا ہوں لیکن اگر ان میں سے کسی ایک کے بھی ظلم وزیادتی کی خبر میرے کانوں تک پہنچی تو واللہ العظیم اپنی اس تلوار سے عدل نافذ کروں گا۔"(۲۶)

مذکورہ اقتباس سے سلطان کی عدل پسندی ، توازن ، رحم دلی اور شفقت صاف نمایاں ہے۔اس کے بعد خالدہ نے کہا کہ اسے معلوم ہے کہ سلطان ذی جاہ کا لقب خلیفہ زماں آرائشی نہیں ہے بلکہ وہ ملت پر گزرنے والی ہر ابتلا کا حال سنیں گے خواہ وہ مصیبت روئے زمین پر کہیں بھی ہو۔سلطان نے نرمی سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ " تائید خداوندی سے ایسا ہی ہو گا۔"

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

افسانہ نگار نے سید خالدہ کا جو کر دار تشکیل دیا ہے وہ ایک مہذب لڑکی کا ہے جو یہ جانتی ہے کہ سلطان کے سامنے فریادی / رعایا کو کس طرح سے پیش آنا چاہیے۔لیکن سلطان کے شفقت بھرے لہجے سے وہ پدرانہ محبت کے خیال میں گم ہو جاتی ہے۔

> ''اس بار سلطان آہن کے لہجہ میں وہ نرمی اور گداز تھا جو رات پچھلے پہر کی کسی دعا میں ہوتا ہے۔یہاں پھر خالدہ چکرا کر رہ گئی، اگر شفقت کی یہ کھنک سید جمال کے لہجے سے نہیں آئی ، تو پھر کہاں سے آئی ہے؟ یہ سامنے سیاہ کرسی پر سیاہ عمامے اور عبا میں شمشیر کے سبز مخملیں نیام پر پنجہ جمائے ،تسبیح پھیرتا ہوا بزرگ روہیلہ میرا بادشاہ ہے۔یہ ترکمانی سید زادہ جمال الدین شاہ نہیں ہے، میرا باپ نہیں ہے یہ، تو پھر کیوں؟ میرا دل کیوں چاہتا ہے کہ میں کسی ڈری ہوئی بچی کی طرح اپنے خوف ، اپنی سب تکلیفیں یک لخت بیان کر دوں اور بڑھا چڑھا کر بیان کروں تا کہ جواب میں شفقت و مہر بانی اور تسلی بھی اسی نسبت سے بڑھ چڑھ کر وصول ہو۔'' (۲۷)

راوی بیان کرتا ہے کہ دیر تک اس سوچ میں خاموش رہنے پر شیر شاہ سوری نے لڑکی کو مہربانی کے ساتھ حوصلہ دیتے ہوئے اسے دختر من کہہ کر بلایا۔ایک عام سی لڑکی کو کسی بادشاہ کا دختر من کہنا، رعیت سے اس کی صدق دلی اور بے پناہ شفقت و محبت کو ظاہر کرتی ہے اور رعیت کی نظروں میں اس کی قدر و منزلت کس درجہ بلند ہو جاتی ہے، اس اقتباس سے ملاحظہ فرمائیں:

> ''گریے نے خالدہ کو جیسے گلے سے پکڑ لیا۔سلطان عادل نے اسے دختر من، کہا، یعنی میری بیٹی۔سلطان شیر شاہ نے اس بے نوا یتیم لڑکی کو بیٹی کہہ کر کیا پکارا۔ سمجھو اس کے ہزار زخموں پر مرہم رکھ دیا۔''(۲۸)

اس کے بعد راوی خالدہ کی زبانی حاکم پورن مل کے ظلم کی داستان سناتا ہے،جس میں سیدہ خالدہ اور اس کی تیرہ سال کی پھوپھی زاد بہن کو قید کر کے قلعہ رائے سین لایا جاتا ہے اور باقی سب لوگوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔راوی بیان کرتا ہے کہ یہ سناتے ہوئے خالدہ خاموش ہو جاتی ہے تا کہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

دربار عدل میں خود پر قابور کھے۔ پھر کھنکھار کر گلا صاف کرتی ہے جو آداب دربار کے خلاف ہے۔ لیکن سلطان اس سے رحم دلی کا سلوک کرتے ہیں کیوں کہ:

> ”سلطان ذی چشم جانتے تھے کہ یہ باتمیز لڑکی خود سے جنگ کر رہی ہے،ڈرتی ہے کہ بھرے دربار میں کہیں رونہ پڑے۔“(۲۹)

آخر میں خالدہ اپنی پھوپھی زاد بہن کے خود کشی کرنے کی وجہ اور ان عورتوں کا ذکر کرتی ہے جنہیں راجہ نے بندی خانے میں قید کر رکھا ہے اور دو ہزار ان مسلم لڑکیوں کے متعلق بھی اطلاع دیتی ہے جنہیں راجہ کی شرمناک محفلوں میں بے حجاب ہو کر رقص کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ یہ سب کہتے ہوئے ضبط کا دامن خالدہ کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور وہ ہچکیاں لیتے ہوئے منھ پر ہاتھ رکھ کر بے آواز رونے لگتی ہے۔اس پر سلطان عادل کرسی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:

> ”سیدانی صبر کرو خدا کی ایک صفت جلیل قہار بھی ہے. حکم ربی سے ان معصوموں کا انتقام لیا جائے گا۔“(۳۰)

مذکورہ اقتباس میں سلطان شیر شاہ سوری کی عدل پسندی اور مظلوموں کے تئیں ان کی رحم دلی ومحبت صاف ظاہر ہے۔فریاد کا محضر جب شیر شاہ سوری نے خالدہ سے مانگ کر دیکھا تو جگہ جگہ پانی کی بوندوں سے روشنائی کے پھیل جانے کو محسوس کیا کہ یہ محضر آنسوؤں سے لکھا گیا ہے۔اس پر سلطان نے پردے کی طرف دیکھا جس کے پیچھے خالدہ کھڑی تھی اور ایک بار یا حفیظ یا قادر پڑھ کر پھونک دیا۔افسانہ نگار اس کے بعد افسانے کی آخری دو سطریں لکھتا ہے جو افسانے کے فن پر اس کی قدرت کا اثبات کرتے ہیں:

> ”یعنی یہ گلہ بان اپنے گلے کو دعاؤں کی عافیت میں دے رہا تھا پھر اس کا ہاتھ شمشیر کے قبضے کی طرف بڑھا۔وہ جانتا تھا کہ دشت کے شغال دعاؤں بد دعاؤں سے نہیں ، ضربت شمشیر سے قابو آتے ہیں۔“(۳۱)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

مذکورہ سطروں سے بظاہر کہانی کا انجام تو نظر آنے لگتا ہے لیکن قاری کے ذہن میں کہانی پھیلتی ہوئی بادشاہ کے عدل اور ظالم کے انجام کو بھی ترتیب دیتی ہے، جو افسانے کے اس جملے سے ترتیب پاتا ہے۔

" دشت کے شغال دعاؤں بد دعاؤں سے نہیں، ضربت شمشیر سے قابو آتے ہیں۔"(۳۲)

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسد محمد خان کے افسانے موجودہ دور کے حوالے سے اپنی ایک خاص پہچان رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔مبین مرزا: نئی زمین نئے آسماں تراشتا ہوں (مشمولہ) ' جو کہانیاں لکھیں از : اسد محمد خان، اکادمی بازیافت، کراچی،۲۰۰۶ء ، ص: ۱۸

۲۔ افسانہ: باسودے کی مریم (مشمولہ) مجموعہ کھڑی بھر آسمان ۱۹۸۲ء ص: ۱۰۶-۱۰۵

۳۔ایضاً، ص: ۱۰۷

۴۔ایضاً، ص ۱۱۳

۵۔مبین مرزا: نئی زمین نئے آسماں تراشتا ہوں (مشمولہ) ' جو کہانیاں لکھیں ۲۰۰۶ء ، ص : ۱۹

۶۔ افسانہ : مئی دادا (مشمولہ) مجموعہ کھڑ کی بھر آسمان ، ۱۹۸۲ ء ، ص : ۱۱۴

۷۔ایضاً، ص ۱۱۴

۸۔ایضاً ،ص: ۱۲۷

۹۔ایضاً، ص: ۱۳۳

۱۰۔ایضاً، ص: ۱۳۴

۱۱۔افسانہ سے لون (مشمولہ) مجموعہ غصے کی نئی فصل " آج کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۴۲۰

۱۲۔ایضاً، ص: ۴۳-۴۲

۱۳۔افسانہ: ہمسائے (مشمولہ) ' اک ٹکڑا دھوپ کا القاء پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۰ء ص: ۱۶۶

۱۴۔ایضاً، ص : ۱۹۰

۱۵۔افسانہ: یوم کپور مشمولہ کھڑ کی بھر آسمان ۱۹۸۲ء ،ص:۱۰۱-۱۰۰

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-27

ماخذ تحقیقی مجلہ

۱۶۔ایضاً، ص: ۱۰۳-۱۰۲

۱۷۔ایضاً، ص: ۱۰۲-۱۰۱

۱۸۔مبین مرزا: نئی زمین نئے آسماں تراشتا ہوں (مشمولہ) جو کہانیاں لکھیں ۲۰۰۶ء ص: ۱۸

۱۹۔ افسانہ: جشن کی ایک رات (مشمولہ) مجموعہ 'غصے کی نئی فصل، ۱۹۹۷ء ص:۹۴

۲۰۔افسانہ 'ہٹلر شیر کا بچہ (مشمولہ) مجموعہ غصے کی نئی فصل ۱۹۹۷ء ص: ۱۲۵:

۲۱۔افسانہ: آدمی نامہ (مشمولہ) مجموعہ غصے کی نئی فصل ۱۹۹۷ء، ص: ۱۲۹

۲۲۔ایضاً، ص: ۱۳۵

۲۳۔افسانہ نربدا مجموعہ نربدا (مشمولہ)' جو کہانیاں لکھیں، ۲۰۰۶، ص: ۴۰۹

۲۴۔افسانہ: کھلتی دھوپ اجلتے سائے (مشمولہ) مجموعہ تیسرے پہر کی کہانیاں ۲۰۰۶ء، ص:۸۲

۲۵۔ایضاً، ص: ۸۳

۲۶۔افسانہ: قافلے کے ساتھ ساتھ (مشمولہ) مجموعہ اک ٹکڑا دھوپ کا، ۲۰۱۰، ص:۲۳

۲۷۔افسانہ دشت بے عافیت (مشمولہ) مجموعہ یاد میں گزری صدی کے دوست براؤن بک پبلی کیشنز ۲۰۱۵، ص ۴۳۰

۲۸۔ایضاً، ص: ۴۴-۴۳

۲۹۔ایضاً، ص ۴۴

۳۰۔ایضاً، ص: ۴۵

۳۱۔ایضاً، ص: ۴۶

۳۲۔ایضاً، ص: ۴۶

۳۳۔ایضاً، ص: ۴۶